آیت اللہ جعفر سبحانی

امام خمینیؒ اور قرآن

قرآن مجید ان دو گراں بہا یادگاروں میں سے ایک ہے جو پیغمبر اسلامؐ نے اپنے بعد چھوڑی ہیں۔ محدثین نے پیغمبر اکرمؐ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا:

"انی تارکٌ فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی لن یفترقا حتی یردا علیَّ الحوض۔"[1]

میں تمہارے درمیان دو بڑی اور بھاری بھر کم یادگاریں ــ خدا کی کتاب اور اپنی عترت ــ چھوڑ کر جا رہا ہوں اور یہ دونوں ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گی یہاں تک کہ (روز قیامت) حوض کوثر پر مجھ سے ملحق ہو جائیں۔

پس قرآن و عترت دنیا و آخرت کی سعادت مندانہ زندگی کے لیے دو رکن رکین اور دو اصل اصیل شمار کیے جاتے ہیں۔ اس مقالہ میں ہماری گفتگو کا محور امام خمینی رضوان اللہ علیہ کے افکار و نظریات میں موجود مختلف قسم کے قرآنی جلوے ہیں۔ جہاں تک عالم انسانیت کی ہدایت و رہبری میں پیغمبر اسلامؐ کی عترت علیہم السلام اور ان کے اقوال و سیرت کی عظمت و اہمیت سے متعلق امام خمینی طاب ثراہ کے افکار و نظریات کا سوال ہے، یہ بحث اس وقت ہمارے موضوع سے خارج ہے۔ اس موضوع سے دلچسپی رکھنے والے حضرات پیغمبر اسلامؐ کی عترت اہل بیت علیہم السلام کے بارے میں موصوف کے جذبات و احساسات ان کے وصیت نامہ کے مقدمہ میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ خوش قسمتی سے آپ کی یہ آخری یادگار مختلف زبانوں میں ترجمہ ہو چکی ہے جو قرآن و عترت کے بارے میں امام خمینی کے طرز فکر کو واضح کرتی ہے۔

ہم نے قرآن کریم کے مختلف پہلوؤں میں سے چند پہلو، جو انھوں نے اپنے دروس اورتقریروں کے دوران خود بیان فرمائے ہیں منتخب کیے ہیں جن کی وضاحت کرتے ہوئے ہم ان کے بارے میں امام خمینی کے نقطۂ نظر کو پیش کریں گے۔آپ کے افکار ونظریات پیش کرنے کے سلسلہ میں ہم نے مندرجہ ذیل منابع وماٰخذ سے استفادہ کیا ہے:

۱۔ ایران سے ترکی کے لیے جلاوطن کیے جانے سے قبل ۱۳۶۹ھ سے ۱۳۸۴ھ کے دوران حوزہ علمیہ قم میں فلسفہ، فقہ، اصول اور تفسیر کے موضوعات پر آپ کے عظیم علمی دروس جن میں مقالہ نگار کو بہ نفس نفیس شرکت کرنے اور آپ کے دسترخوان علم سے خوشہ چینی کرنے کا شرف حاصل رہا ہے۔

۲۔ صحیفۂ نور یعنی امام خمینیؒ کے رہبرانہ ارشادات اور تقریروں کا وہ مجموعہ جو وزارت فرہنگ وارشاد اسلامی کی جانب سے کئی حصوں میں چھپ کرنشر ہو چکا ہے۔

۳۔ سورۂ حمد کی تفسیر کے ذیل میں امام خمینیؒ کی عالمانہ بحثیں جو ایران ٹیلی ویژن پر نشر ہوئیں اور اس کے بعد "انتشارات جامعۂ مدرسین" کی طرف سے ایک مجموعہ کی شکل میں چھپ چکی ہیں۔

جن مسائل کے بارے میں امام خمینیؒ کے افکار وعقاید کا تجزیہ پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے وہ کچھ اس طرح ہیں:

۱۔ قرآن کریم کی وسعتیں۔

۲۔ قرآن کے عرفانی وعقیدتی پہلوؤں کی وضاحت۔

۳۔ مادی طرز فکر پر مبنی تفسیر اور تفسیر بالرائے سے پرہیز۔

۴۔ یہودیوں اور عیسائیوں کا ساختہ و پرداختہ تحریف قرآن کا افسانہ۔

۵۔ قرآن کریم کی مختلف قرأتوں کی حیثیت جن کی پیغمبر اسلام کی طرف نسبت دی جاتی ہے۔

اب مذکورہ مسائل کا تجزیہ خود امام خمینیؒ کی ہی زبان اور ان کے قلم سے یا پھر جو کچھ میں نے خود ان سے پڑھا اور سنا ہے من وعن پیشِ خدمت ہے:

لیکن اس سے قبل تیمن وتبرک کے طور پر دو حدیثیں۔ ایک پیغمبر اکرمؐ اور دوسری آپؐ کے وصی و جانشین امیر المومنین علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں، پیغمبر اسلامؐ کا ارشاد گرامی ہے:

"اذا التبست علیکم الفتن کقطع اللیل المظلم فعلیکم بالقرآن فانہ شافع مشفع وماحصل مصدق۔ من جعلہ امامہ قادہ الی الجنۃ......" ١

جب اندھیری رات کے مانند فتنے تم کو اپنے گھیرے میں لے لیں تو قرآن کی طرف رجوع کرو۔ یہ وہ شفیع اور گواہ ہے جس کی شفاعت و سفارش اور شہادت و گواہی قبول ہوتی ہے، جو شخص قرآن کو اپنے سامنے رکھتا ہے، وہ اس کی جنت کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔

امیر المومنین علیؑ فرماتے ہیں:

"واعلموا انہ لیس علی احد بعد القرآن من فاقۃ ولا لاحد قبل القرآن من غنی۔" ٢

یاد رکھو! کوئی بھی قرآن پانے کے بعد فکری و معنوی طور پر فقیر و محتاج نہیں ہے اور اسی طرح کوئی بھی قرآن پانے سے قبل بے نیاز نہیں ہے۔

قرآن کریم کی وسعتیں

قرآن آخری آسمانی کتاب کے عنوان سے پیغمبر اسلامؐ کے قلب مبارک پر نازل ہوا تا کہ لوگ اس کی تلاوت کریں اور معاشرہ میں اس کے احکام و قوانین رائج و نافذ کریں، یہ کتاب چونکہ خدا کی جانب سے نازل ہونے والے آخری دستورِ حیات کی حامل ہے، لہٰذا اسے انسانی معاشرہ کے لیے کامل ترین اصولِ زندگی پیش کرنا چاہیے، ایسے اصول و قوانین جو گزشتہ آسمانی کتابوں پر محیط ہوں اور ان کو مکمل کمال عطا کرنے والے ہوں۔

عموماً اپنے دروس میں حضرت امام خمینیؒ مندرجہ ذیل تین آیتوں پر تکیہ کرتے تھے:

وانّہ' لتنزیل ربّ العالمین نزل بہ روح الامین علیٰ قلبک لتکون من المنذرین۔" ۴

یہ پروردگار عالم کی تنزیل ہے جس کو روح الامین نے آپ کے قلب پر اُتارا ہے تاکہ آپ لوگوں کو ڈراتے رہیں۔

استاذ علامہ طباطبائی فرماتے تھے کہ قرآن کریم الفاظ کے جامے میں ڈھلنے اور مفاہیم کی صورت میں قلبِ رسولؐ پر نازل ہونے سے قبل ایک بلندتر واقعیت کا حامل رہا ہے جس نے اس ارفع واعلیٰ مقام سے تنزل کی وجہ سے لفظ ومعنی کی صورت اختیار کی ہے، لیکن اس نزول کی حقیقت کیا ہے؟ اور کس طرح اس بلند و بالا رتبہ ومقام سے ایسے کم رتبہ اور مقام تک اس نے تنزل کیا۔ یہ باتیں ہم پر واضح و روشن نہیں ہیں اگرچہ اربابِ معرفت اس منزل میں مطالب بیان کرتے ہیں۔ ۵

قرآن کی عظمت میں بس اتنا کافی ہے کہ خداوند عالم نے اس کتاب کو گزشتہ تمام آسمانی کتابوں کے لیے حافظ ونگہبان اور تمام قدیم و جدید ادوار کے مطالب و واقعات کی صحت وپرکھ کے لیے بے مثل معیار ومیزان قرار دیا ہے۔ اس سلسلہ میں ارشاد ہوتا ہے:

"وانزل الیک الکتاب بالحق مصدقا لما بین یدیہ من الکتاب و مھیمناً علیہ فاحکم بینھم بما انزل اللّٰہ" ۶

ہم نے اس کتاب کو برحق طور سے تم پر نازل کیا ہے کہ جو گزشتہ کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اوران کے درمیان حاکم وداور ہے، ان کے بارے میں، جو کچھ تم پر نازل کیا جاچکا ہے اس کے مطابق حکم وفیصلہ کرو۔ دوسری آیت میں خدا فرماتا ہے:

ان ھٰذا القرآن یقص علیٰ بنی اسرائیل اکثر الذی ھم فیہ یختلفون۔"

یہ قرآن ان بہت سی باتوں کو، جن کے بارے میں بنی اسرائیل اختلاف رکھتے ہیں

ان کے سامنے بیان کرتا ہے۔ (سورۂ نمل/ ۷۶)

اس میں کوئی شک نہیں کہ اپنی تمام عظمتوں کے ساتھ قرآن مجید خدا کی جانب سے نازل کی گئی آخری کتاب ہے۔ یہ دوسری آسمانی کتابوں پر فضیلت کی حامل اور اختلاف کی صورت میں ان کے درمیان داور اور فیصلہ کرنے والی ہے لہذا مختلف النوع ہے وسیع پہلوؤں کی حامل اس کتاب کو تا قیامِ قیامت الٰہی افکار کا مرکز ہونا چاہیے۔

حضرت امام خمینیؒ نے (انقلاب کی کامیابی سے قبل) ۷۶-۱۳۵۶ھ کو نجف اشرف میں اپنی تقریر کے دوران قرآن کے وسیع پہلوؤں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تاسف کا اظہار فرمایا کہ بہت سے مفسرین نے قرآن کریم کے کچھ مخصوص پہلوؤں کے بیان کرنے کے سلسلہ میں اپنی نظر توجہ مبذول رکھی ہے اور اس کے دوسرے پہلو بیان کرنے سے باز رہے ہیں، چنانچہ آپ نے بارہا قرآن کی جامعیت اور ہمہ گیری کا ذکر کیا ہے۔ ؎

فلاسفہ، عرفا اور متکلمین نے قرآن کے معنوی پہلوؤں اور اس کے فلسفیانہ و کلامی مسئلوں کے بیان پر توجہ صرف کی ہے اور تفسیریں لکھی ہیں جن کے دیکھنے سے ایسا لگتا ہے گویا قرآن محض اسی مخصوص مقصد کے لئے بھیجا گیا ہے اور یہ سیاست و تربیت کی کتاب نہیں ہے۔ دوسری طرف بڑے بڑے فقہاء نے قرآن کی فقہی آیتوں پر توجہ صرف کی ہے اور اس کے دوسرے پہلوؤں کے سلسلہ میں سعی و کوشش سے باز رہے ہیں۔ اسی طرح دوسرے مفسرین ہیں جنھوں نے اپنے اپنے ذوق و فن کے اعتبار سے قصص، تاریخ، ادب اور فصاحت و بلاغت پر کام کرتے ہوئے اس کے مخصوص پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔

ہم اگرچہ ان حضرات کی مساعیٔ جمیلہ اور ان میں سے ہر گروہ کی محنت اور حسن کارکردگی کو نہ صرف یہ کہ قدر کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں بلکہ شکرگزار بھی ہیں پھر بھی اتنا عرض کرنا چاہتے ہیں کہ قرآن کو اس کے کسی ایک پہلو یا چند گنے چنے پہلوؤں میں محدود کرنا اور دوسرے پہلوؤں کی طرف سے بے توجہی برتنا قرآن کے ہدف و مقصد سے ہم آہنگی نہیں

ہے۔

قرآن اگر ایک طرف عقیدہ وعرفان کی کتاب ہے اور ظریف ترین عرفانی وفلسفیانہ مفاہیم بیان کرتا ہے تو دوسری طرف اخلاق و معاشرت اور سیاست وحکومت کے میدان میں بھی عالم بشریت کی تربیت اور انسانی تعمیر کا کام انجام دیتا ہے مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ ایک جامع وکامل کتاب کے عنوان سے قرآن کا مطالعہ کریں۔ ایک ایسی کتاب جس میں ان کے تمام سوالوں اور ضرورتوں کا جواب موجود ہے، البتہ اس سلسلہ میں خاتم النبیین پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نیز آپ کی ذریت مطہرہ کے اقوال و ارشادات سے قرآنی مفاہیم وتوضیح میں رہنمائی حاصل کریں جیسا کہ قرآن کا خود ارشاد ہے:

''و انزلنا الیک الذکر لتبین للناس مانزل الیھم ولعلھم یتفکرون۔ '' ۵

ہم نے ذکر (قرآن) کو تم پر نازل کردیا ہے تا کہ جو کچھ تم پر نازل کیا جاچکا ہے تم اسے لوگوں کے سامنے بیان کرو کہ شاید وہ لوگ غور وفکر سے کام لیں۔

قرآن کا معنوی پہلو

قرآن مجید کا عرفانی، فلسفیانہ و اعتقادی پہلو ان زندہ وجاوید پہلوؤں میں سے ہے جس نے ہر دور میں بڑے بڑے علماء اور دانشوروں کو اپنی طرف متوجہ رکھا ہے اور آج بھی اسے صحیح عقائد کو غلط عقائد کے ساتھ امتیاز عطا کرنے کی بہترین کسوٹی سمجھا جاتا ہے۔قرآن نے عرفان و معارف کے وہ باب کھولے ہیں جن کی بلندیوں تک کسی بھی فلسفی کے طائر فکر نے پر نہیں مارے ہیں۔ کبھی کبھی تو مختصر ترین عبارت میں ایسے نکات بیان کردیے ہیں جنھیں مفکرین عالم کئی صدیوں کی مسلسل محنتوں کے بعد سمجھنے میں کامیاب ہوسکے ہیں۔

امام خمینیؒ نے سورۂ حمد کی جو تفسیر پیش کی ہے اس میں قرآن کے مختلف پہلوؤں کے ساتھ اس پہلو پر پوری توجہ دی ہے بلکہ شاید یہ کہنا غلط نہ ہو کہ اس فراموش شدہ پہلو کو دوبارہ

مقام شہود پر واپس لائے ہیں۔ جو تفسیریں ادھر چند صدیوں میں لکھی گئی ہیں ان میں بیشتر وہ ہیں جن میں قرآن کے ادبی یا تاریخی یا فقہی پہلو پر زیادہ توجہ دی گئی ہے لیکن روح کو بالیدگی عطا کرنے والے عرفانی پہلو جو بہترین و کامل ترین انسانوں کی تخلیق و تربیت کر سکتے تھے بہت ہی کم لوگوں کی توجہ کا مرکز بنے ہیں۔

استاد معظم امام خمینیؒ نے ۱۳۶۹ھ میں اپنے درس کے دوران فرمایا تھا:

قرآن کریم تمام ضرورتوں خاص طور سے عقل و خرد کے مطالبوں کو پورا کرتا ہے۔ ہمیں اگر چہ قرآن کے محض کسی ایک پہلو کو مورد نظر قرار نہیں دینا چاہیے لیکن اس کے ساتھ ہی قرآن کے اس رُخ پر زیادہ توجہ صرف کرنے کی ضرورت ہے، بنیادی طور پر الٰہی علوم و معارف کے ماہرین کے درمیان ذاتِ خدا کے بارے میں اختلاف نہیں ہے سبھی خدا کے وجود کو تسلیم کرتے ہیں، ان کا اختلاف محض خدا کے اسماء و صفات اور عقلی معارف تک محدود ہے، اگر اسلامی محققین پہلے سے کوئی نتیجہ قائم کیے بغیر اور دوسرے مکاتب سے متاثر ہوئے بغیر قرآن کی طرف رجوع کریں تو الٰہی علوم و معارف بالخصوص صفاتِ خدا کے بارے میں اپنا گمشدہ مطلوب پالیں گے۔

معارف کے اس باب میں ابتدائی صدیوں سے ہی اہل حدیث، معتزلہ اور اشاعرہ کے درمیان زبردست ہنگامہ آرائی رہی ہے۔

اس کے بعد امام خمینیؒ نے ایک حدیث امام علی بن الحسینؑ کی نقل کی جس میں شیخ کلینی علیہ الرحمہ (متوفی ۳۲۹ھ) کی روایت کے مطابق حضرت فرماتے ہیں:

خداوند عالم کو معلوم تھا کہ آخری زمانہ میں صاحب فکر و نظر قومیں ہوں گی لہٰذا اس نے سورۂ توحید اور سورۂ حدید کی یہ چھ آیتیں نازل فرمائیں کہ جو کچھ بھی زمین اور آسمانوں میں ہے سب اس اکیلے اور حکیم و قدرت مند خدا کی تسبیح و ستائش میں مشغول ہیں، وہ خدا کہ تمام آسمان اور زمین سب کے سب جس کی ملکیت ہیں، وہ خلق کو زندگی دیتا ہے اور پھر موت دے

دیتا ہے، اور وہی ہے جو دنیا میں موجود تمام چیزوں پر قدرت و توانائی رکھتا ہے، وہی کائنات کی ابتدا اور وہی انتہا ہے ظاہر و باطن ہر جگہ اسی کا وجود ہے، وہ دنیا کے تمام امور کا جاننے والا ہے، وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں خلق کیا اور پھر عرش کے امور (نظام عالم) درست کیے وہ جو کچھ زمین میں جاتا ہے، اور اس میں سے نکلتا ہے اور جو کچھ آسمان سے نازل ہوتا ہے اور جو کچھ اوپر آتا ہے سب جانتا ہے۔ تم جہاں کہیں رہو وہ تمھارے ساتھ ہے اور جو کام بھی کرو وہ اس سے آگاہ ہے۔ تمام آسمان اور زمین سب کچھ اس کی ملکیت ہیں اور تمام امور کی بازگشت اس کی طرف ہے۔ رات کو دن کے پردۂ زریں میں پنہاں کرتا ہے اور دن کو رات کی تاریکی میں چھپا دیتا ہے اور کائنات کے دلوں کے رازوں سے بھی وہ آگاہ ہے۔ اس وقت امام سجاد علیہ السلام فرماتے ہیں: ''جس نے ان تمام باتوں سے الگ ہٹ کر خدا کے بارے میں سوچا وہ ہلاک ہوا''۔[9]

اس کے بعد امام خمینیؒ نے سورۂ حدید میں بیان شدہ معارف کے درمیان سے دو ٹکڑوں کا انتخاب کیا:

(۱) ''هو الاوّل والآخر والظاهر والباطن''

(۲) ''وهو معكم اينما كنتم''

اور فرمایا: وسیع پیمانے پر بحث کے بعد فلاسفہ کی فکر اس مقام تک پہنچی ہے کہ وجودِ حق تعالیٰ ایک لامتناہی وجود ہے اور اس کے لامتناہی ہونے کا لازمہ یہ ہے کہ وہ ہر جگہ موجود ہے اور ہرگز کوئی ''ممکن'' ''واجب'' سے خالی تصور نہیں کیا جا سکتا۔

عقلی و قرآنی معارف سے بے بہرہ افراد یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ آیات ممکنات میں واجب کے حلول کی نشاندہی کرتی ہیں۔ ایک دوسرا گروہ حلول کے فلسفہ سے گریز کرتے ہوئے ممکنات پر اس کے وسیع احاطہ کو ''احاطۂ علمی'' کی صورت میں تفسیر کرتا ہے یعنی ان کا خیال ہے کہ اس کا وجود ممکنات پر محیط نہیں ہے بلکہ ان سب پر اس کا علم احاطہ کیے ہوئے ہے اور وہ ہر چیز

سے آگاہ ہے لیکن کہنا چاہیے کہ دونوں گروہ (جب حقیقت کو نہ دیکھ سکے) تو انسانوں کی راہ پر چلے گئے ہیں۔

حلول، امکانی صفات اور جسمانی خصوصیات میں سے ایک ہے اور واجب الوجود خدا اجسام کا خالق ہے، نہ جسم ہے اور نہ کسی جسم میں حلول کرتا ہے۔

ان آیات کی تفسیر علمی احاطہ کے عنوان سے کیا جانا ایک طرح کی تفسیر بالرائے ہے کیونکہ وہ واضح طور پر ارشاد فرماتا ہے: "هو معكم اینما كنتم" "تم جہاں کہیں بھی ہو وہ تمھارے ساتھ ہے"، اور یہ اس بات سے کہ "وہ ہر چیز سے آگاہ ہے" قطعی مختلف معنی رکھتا ہے۔

نہ صرف یہ آیت، ممکنات پر اس کے تسلط اور احاطۂ وجودی کو بیان کرتی ہے بلکہ دوسری آیات بھی اس خیال کی تائید کرتی ہیں۔ مثلاً سورۂ مجادلہ کی ساتویں آیت میں ارشاد ہے:

"مایكون من نجوىٰ ثلاثة الّا هو رابعهم ولا خمسة الّا هو سادسهم ولا ادنىٰ من ذالك ولا اكثر الّا هو معهم اینما كانوا ثم ینبئهم بما عملوا یوم القیامة"

تین افراد باہم راز کی باتیں نہیں کرتے مگر یہ کہ خدا ان کا چوتھا اور نہ پانچ افراد کوئی بات کرتے مگر یہ کہ خدا ان کا چھٹا (ہوتا ہے) نہ اس سے کم اور نہ اس سے زیادہ مگر یہ کہ وہ جہاں بھی ہوں خدا ان کے ساتھ ہے (کیونکہ خدا تمام جزئیات عالم پر کامل احاطۂ وجودی رکھتا ہے) پس قیامت کے دن ہر ایک کو ان کے اچھے اور برے اعمال کے نتیجے سے آگاہ کرے گا۔

اب ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ ہمیں بڑی ہی عمیق نگاہوں سے قرآن کا جائزہ لینا چاہیے، لامتناہی وجود کو ہر جگہ موجود لیکن اس کی موجودگی کو دیگر اجسام کے ساتھ جسمانی موجودگی کی صورت میں نہیں بلکہ معلول امکانی کی حقیقت میں علت الٰہی کے وجود کی شکل میں سمجھنا چاہیے۔ اور یہ وجود تمام اشیاء پر خدا کے قیومی احاطے اور ذات واجب پر ممکنات کے قیام و انحصار کے علاوہ کچھ اور نہیں ہے اور یہ قیام اس قدر ظریف و دقیق ہے کہ خود نفس پر علمی

صورتوں کے قیام سے بالاتر ہے اور عالم ممکنات میں خدا کا وجود نفس پر مبنی قوتوں (سماعت و بصارت وغیرہ) کے پہلو بہ پہلو نفس کے وجود سے بالاتر ہے۔

ٹھیک ہے کہ نفس مجرد علمی صورتوں کے پہلو بہ پہلو ایک طرح کی موجودگی رکھتا ہے اور اس سے بالاتر نفس کی قوت فعالہ کے پہلو بہ پہلو نفس کا وجود ہے کہ اگر ان علمی صورتوں یا قوت فعالہ کے ساتھ نفس کی موجودگی یا اس کا ارتباط قطع ہوجائے تو ان کا نابود ہوجانا قطعی و یقینی ہے لیکن ممکنات کے پہلو بہ پہلو واجب کی موجودگی اور واجب پر ممکنات کا قیام بہت ہی زیادہ دقیق و ظریف ہے کیونکہ یہ واجب پر ممکن کے قیام کا مسئلہ ہے، ممکن پر ممکن کے قیام کی بات نہیں ہے۔ یہی وہ منزل ہے جہاں انسان کو قرآنی توحید اور اس کے باریک عرفانی پہلوؤں کے سامنے سر تعظیم خم کردینا چاہیے اور خود کو اس کی حقیقت کے درک کرنے کے سلسلہ میں عاجز و ناتواں سمجھنا چاہیے۔ ۲۱

اخروی جزاوسزا، اعمال کا مجسم ہونا ہے

حضرت امام خمینیؒ قدس سرہٗ اپنے باقاعدہ دروس کے اختتام پر مخصوص دنوں کی مناسبتوں سے اخلاق و تربیتی بحثوں پر روشنی ڈالا کرتے تھے، اعمال کی جزاوسزا کے سلسلہ میں آپ آخرت میں اعمال کے مجسم ہونے پر کافی زور دیا کرتے تھے، ہم یہاں اُن کی کتاب ''تہذیب الاصول'' سے ایک موقع کی مناسبت سے ذکر شدہ گفتگو کا خلاصہ پیش کرتے ہیں:

''بعض لوگ خیال کرتے ہیں آخرت کی جزائیں اور سزائیں پہلے سے مقررشدہ قرارداد یا معاہدے کی صورت رکھتی ہیں بالکل ویسے ہی جیسے دنیوی سزائیں اور انعامات مختلف انسانی معاشروں میں رائج ہیں جبکہ یہاں مطلب کچھ اور ہے جس کا قرآن نے ذکر کیا ہے اور صرف یہی وہ آسمانی کتاب ہے جس نے ان کے چہرے سے پردہ اُٹھایا ہے اور وہ یہ کہ خیروشر کے اعتبار سے انسان کا عمل دو طرح کا

وجود رکھتا ہے۔"

"ان کا" دُنیوی وجود" ہمارے اعمال ہیں اور" اُخروی وجود" ہماری جزاوسزا کی شکل میں ظاہر ہوگا، چونکہ انسان برزخی و اُخروی وجود کے احساس کی صلاحیت نہیں رکھتا اس لیے عمل کو صرف دُنیوی لباس میں دیکھتا ہے اور اس کے باطن سے جو ایک طرح سے اس کے اُخروی وجود کی حکایت کرتا ہے غافل ہے روزِ قیامت عمل کے اوپر چڑھی کھال یا پرت اُتر جائے گا اس وقت اس کی حقیقی شکل اور مغز جزاوسزا کی صورت میں جلوہ گر ہوجائے گی۔" ان آیات پر غور و فکر اس حقیقت کی گواہ ہے جہاں اعلان ہوتا ہے:

"یوم تجد کلّ نفس ماعملت من خیر محضراً وماعملت من سوء تودّ لو انّ بینھا و بینہ امداً بعیداً۔" (سورہ آلِ عمران: ۳۰)

اس روز جبکہ ہر نفس اپنے اچھے اور بُرے کام اپنے سامنے موجود دیکھتا ہے اور چاہتا ہے کہ اس نے جو بُرے کام انجام دیئے ہیں ان کے اور اس کے درمیان ایک لمبا فاصلہ قائم ہوجائے۔

دوسری آیت میں ارشاد ہوتا ہے:

"ووجدوا ماعملوا حاضراً ولایظلم ربّک احداً۔" (سورۂ کہف:۴۹)

جو کچھ انھوں نے انجام دیا ہے اسے حاضر و موجود پاتے ہیں اور تمھارا پروردگار، کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ اسی ذیل میں ایک تیسری آیت ہے جو ذرا واضح انداز میں یہ حقیقت بیان کرتی ہے، اعلان ہوتا ہے:

"والذین یکنزون الذھب والفضّة ولاینفقونھا فی سبیل اللہ فبشّرھم بعذاب الیم یوم یحمیٰ علیھا فی نارجھنّم فتکویٰ بھا جباھھم وجنوبھم وظھورھم، ھذا ماکنزتم لانفسکم فذوقوا ماکنتم تکنزون۔" (توبۃ ۳۴-۳۵)

جو لوگ سونا اور چاندی ذخیرہ کرتے ہیں اور ان چیزوں کو راہ خدا میں انفاق نہیں کرتے آپ ان کو دردناک عذاب کی بشارت دے دیں! وہ دن جب ان کی یہ ذخیرہ کردہ چیزیں دوزخ کی آگ میں لال کی جائیں گی اور ان سے ان کی پیشانی، ان کا پہلو اور ان کی پشت داغی جائے گی اور اس کے بعد ان سے کہا جائے گا کہ یہ وہی ہے جو تم نے اپنے لیے ذخیرہ کیا تھا اب جو کچھ تم نے اپنے لیے جمع کیا تھا ان کا مزہ چکھو۔

اس آیت پر غور و فکر کرنے سے اعمال کے مجسم ہونے کی حقیقت واضح ہوجاتی ہے انکار کیا جانے والا سونا بیک وقت دو جگہ دو طرح کا وجود حاصل کرتا ہے یہاں دلکش و دیدہ زیب سونے اور چاندی کی صورت میں اور وہاں آگ میں تپتے ہوئے جانکاہ دھات کی صورت میں۔

''تفسیر بالرائے'' امام خمینیؒ کی نظر میں

تفسیر بالرائے تمام علمائے اسلام کے نزدیک متفق علیہ طور پر حرام و ممنوع ہے، مذاہب کی کثرت اور ہر مذہب کا اپنے حق میں قرآن سے شاہد و گواہ لے آنا اس بات کی نشان دہی ہے کہ سبھی نے پہلے سے قائم اپنے مخصوص نقطۂ نظر کے تحت قرآن کی طرف رجوع کیا ہے۔

امام خمینیؒ اپنی ایک تقریر میں خاص طور سے تفسیر بالرائے کی سختی سے مذمت کرتے ہوئے یاددہانی فرماتے ہیں کہ آج کل ایسے گروہ پیدا ہوگئے ہیں جنھوں نے پہلے سے ہی اپنے کچھ عقائد و اصول قرار دے لیے ہیں اور اسی نقطۂ نظر سے قرآن کا مطالعہ کرتے ہیں کہ اپنے حق میں قرآن کریم سے شاہد و گواہ لے آئیں اور اگر کامیاب نہ ہوسکے تو تاویل اور خلاف ظاہر مفاہیم پیدا کرکے قرآن کو اپنی باتوں کے مطابق ڈھال لینے کی کوشش کرتے ہیں۔

عصر حاضر میں ''مادہ پرستی'' نے بہت سے افکار پر تسلط حاصل کر رکھا ہے جس کی وجہ

سے حتیٰ بعض الٰہی علوم ومعارف کے ماہرین بھی قرآن کے علمی ومعنوی حقائق کو مادّیت کے ان ہی امور پر منطبق کرتے ہیں، ہمیں اس طرح کی تفسیر بالرائے بعض مصری قلم کاروں کے یہاں اور آج کل بعض گروہوں کی مبتذل تحریروں میں بھی نظر آتی ہے، ان کا مقصد قرآن کے غیبی معارف سے پردہ اٹھانا نہیں ہے بلکہ وہ اپنے خودساختہ نظریات کی تائید کی تلاش میں ادھر اُدھر ہاتھ پاؤں مارنا ہے۔

امام خمینیؒ طاب ثراہ نے مورخہ ۲۳-۳-۱۳۵۸ھ ش (۱۳رجون ۱۹۷۹ء) کو اپنی تقریر میں ان لوگوں کی مذمت کی ہے جو پہلے سے قائم شدہ اپنے نظریات کے تحت قرآن سے مطالب نکالتے ہیں۔ آپ خبردار کرتے ہیں کہ اس گروہ کا کام سب سے زیادہ خطرناک ہے یہ لوگ اس پر تل گئے ہیں کہ جو کچھ ان کا دل چاہتا ہے قرآن کے سر تھوپ دیں۔ [۱]

تحریف قرآن کا افسانہ

تحریف قرآن کا شاخسانہ جو مدتوں سے عیسائی مبلغین کی طرف سے اٹھایا جارہا ہے کوئی نئی چیز نہیں ہے بلکہ تحریف قرآن کے نظریہ کی داغ بیل دوسری وتیسری صدی ہجری میں ہی احبار ورہبان کے ذریعہ مسلمانوں کے درمیان ڈالی گئی۔ انھوں نے اپنی آسمانی کتابوں کے نقائص کی تلافی کے لیے مسلمانوں کی آسمانی کتاب کو بھی ایک تحریف شدہ کتاب کے عنوان سے پیش کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔

حضرت امام خمینیؒ نے آج سے تقریباً ۵۲ سال قبل ۱۳۷۴ھ میں ایک روز تحریف قرآن کی تہمت کے سلسلہ میں تقریر فرمائی تھی جس کا اصل متن عربی زبان میں آپ کی کتاب "تہذیب الاصول" میں موجود ہے، اس اتہام کے سلسلہ میں آپ کے نقطۂ نظر کی وضاحت کے لیے یہاں ہم اس کا ایک اقتباس پیش کر رہے ہیں۔

بیان کے اس حصہ میں حضرت امام طاب ثراہ آیات قرآنی کی جمع آوری اور حفاظت

کے سلسلہ میں مسلمانوں کے اہتمام کا ذکر فرماتے ہوئے یاد دلاتے ہیں کہ صدر اسلام میں قرآن کریم سے متعلق مسلمانوں کا سخت اہتمام اس میں کسی ایک کلمہ کے کم یا زیادہ ہونے سے مانع تھا۔ قرآن اسلام کی موجودیت اور پاکیزگی نیز مسلمانوں کی عظمت کی نشانی تھا کیسے ممکن تھا کہ اس قدر حافظوں، قاریوں اور کاتبوں کے ہوتے ہوئے قرآن میں تحریف ہو جائے؟

اس کے بعد آپ فریقین کی کتب میں تحریفِ قرآن سے متعلق مختلف روایات کا ذکر کرتے ہیں اور ان کو چار حصوں میں تقسیم کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

تحریف سے متعلق روایات چار دستوں میں تقسیم کی جاسکتی ہیں جن میں سے تین دستے غلط اور ناقابل قبول ہیں اور چوتھا دستہ قابل قبول ہے لیکن اس کا تحریف سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

۱۔ پہلے دستے میں وہ روایات ہیں جن کے راوی ضعیف ہیں، یہ روایات زیادہ تر بصورتِ مرسل نقل ہوئی ہیں۔

۲۔ دوسرے دستے میں وہ روایات ہیں جن کے اصل متن سے ہی ان کے جعلی ہونے کا پتہ چلتا ہے۔

۳۔ تیسرے دستے میں وہ مضحکہ خیز روایات ہیں جن کو دیکھ کر عقل و وجدان حیرت و تعجب میں پڑ جاتے ہیں۔

۴۔ چوتھے دستے میں وہ روایات ہیں جن میں تفسیر قرآن سے متعلق گفتگو کی گئی ہے اور ہرگز ان کا دعویٰ یہ نہیں ہے کہ وہ قرآن کریم کا جزء ہیں۔

اسی کے بعد امام خمینی رضوان اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر ان روایتوں کو جمع کرنے اور الگ الگ دستوں میں تقسیم کرنے کا وقت ملتا تو یہ بات واضح ہو جاتی کہ کس طرح تحریف کا مسئلہ ایک افسانہ سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ آپ فرماتے ہیں:

اگر بحث سے خارج ہو جانے کا خوف نہ ہوتا تو ہم اپنی گفتگو کا رُخ تاریخ قرآن کے بیان کی طرف موڑ دیتے اور بتاتے کہ ان طویل صدیوں میں مسلمانوں نے قرآن کی کیا

خدمتیں انجام دی ہیں اور آپ کے سامنے یہ واضح کر دیتے کہ اللہ کی کتاب یہی ہے جو دونوں دفتیوں کے درمیان موجود ہے۔ **(تہذیب الاصول، ج ۲، ص ۹۶)**

ایک دن حضرت امام طاب ثراہ نے فرمایا: اگر میرزا شیرازی مرحوم کتاب ''فصل الخطاب'' کی اشاعت کے وقت زندہ ہوتے یقینی طور پر اس کتاب کو بے اہمیت قرار دے دیتے اور اعلان کر دیتے کہ یہ کتاب سرے سے ایسی ضعیف یا مرسل روایات پر مشتمل ہے جن سے روز اوّل سے ہی اسلامی محققین نے پرہیز برتا ہے۔

قرأت کا اختلاف

امام خمینیؒ اپنی بحث کے دوران اس بات پر زور دیتے تھے کہ قرآن مجید کی نص کے اعتبار سے ایک سے زیادہ قرأت نہیں ہے اور پیغمبر اسلامؐ نے صرف ایک قرأت مسلمانوں کو تعلیم دی ہے اور خلیفۂ سوم کے زمانہ میں اگر کوئی کام انجام پایا ہے تو وہ قرآنی مفردات کے تلفظ کے اعتبار سے ہم آہنگی و یک رنگی سے مربوط ہے اور وہ بھی قریش کے لہجہ کے مطابق ہے، کیونکہ قرآن ''امّ القریٰ'' کے لہجہ میں نازل ہوا لہٰذا طبعاً اسی لہجہ میں محفوظ رہنا چاہیے۔

سات قرأتوں کے سلسلہ میں امام خمینیؒ کا موقف قطعاً منفی تھا، کیونکہ آپ فرماتے تھے کہ اس بات پر واضح ترین گواہ کہ ایک کے علاوہ ان میں سے تمام قرأتیں قاریانِ قرآن کا اجتہاد اور ان کے افکار کی اختراع ہیں: خود یہ امر ہے کہ ان میں سے تمام صاحبانِ قرأت نے اپنی قرأت کی حقانیت میں دلیل و برہان اور حجتیں قائم کی ہیں اور ہر ایک کہتا ہے: اس دلیل کے تحت میری قرأت دوسری قرأتوں پر ترجیح رکھتی ہے۔

ہماری تفاسیر کا ایک بڑا حصہ صاحبانِ قرأت کی حجتوں اور دلیلوں پر مشتمل ہے اگر ان قاریوں کی قرأت راویوں کی طرق سے حضرت رسولِ خداؐ پر ختم ہوتی تو حجتیں قائم کرنے اور ادبی تحلیل و تجزیہ پیش کرنے کی ضرورت ہی نہیں تھی، یہ بات خود گواہ ہے کہ قراء کے درمیان ادب کی ترویج، ان کے اجتہاد کا اختلاف اور ان کا طریقۂ کار قرأتوں میں اختلاف پیدا کرنے کا سبب بنا ہے۔

امام خمینی رضوان اللہ علیہ بعض کاتبین قرآن سے کہ جنھوں نے قرآن کے حاشیوں پر قرآتوں کے اختلاف کا ذکر کیا ہے سخت نالاں تھے۔ آپ کہا کرتے تھے: کیا قرآن انسان کا کلام ہے کہ اس کے مختلف نسخے پائے جاتے ہوں؟

مذکورہ موضوع کے تحت امام خمینی طاب ثراہ کے نقطۂ نظر کا یہ ایک اجمالی خاکہ تھا، لیکن آپ قرآن کے اجتماعی و تربیتی مسائل کے سلسلہ میں بہت ہی بلند انقلاب آفریں و انسان ساز افکار رکھتے تھے جس پر بھی آئندہ بحث کی جائے گی۔

❁❁❁

حوالے:

۱۔ الکافی: ج-۲، ص-۴۳۸

۲۔ نہج البلاغۃ: خطبہ ۱۷۶

۳۔ سورہ شعراء: آیت ۱۹۲ تا ۱۹۴

۴۔ سفارۃ: ج-۷، ص-۲۲-۲۰

۵۔ سورہ المائدہ: آیت ۴۸

۶۔ مسند احمد بن حنبل، جلد دوم، ص۱۴، ۱۷، ۲۶، ۵۹، جلد چہارم، ص۳۶۶ و ۳۷۱، جلد پنجم، ص۱۸۲ و ۱۸۹۔ نیز ملاحظہ فرمائیں سنن ترمذی، جلد دوم، ص۳۰۸، اور صحیح مسلم جلد ہفتم، ص۱۲۲۔

۷۔ صحیفۂ نور: ج-۱، ص: ۲۴۳-۲۴۲، صحیفۂ نور: ج-۵، ص-۱۲۸۔ تقریر ۱۲-۱۱-۵۷ ۱۳ ھ ش

۸۔ سورہ نحل: آیت ۴۴

۹۔ نورالثقلین: جلد-۵، ص-۴۳۱

۱۰۔ تفسیر سورۂ الحمد کے ذیل میں اسی حقیقت کی طرف حضرت امام قدس سرہٗ نے ایک ہلکا سا اشارہ فرمایا ہے۔

۱۱۔ روح خدا در ولایت فقیہ (امام کی تقاریر و بیانات کا مجموعہ) مطبوعہ ارشاد۔ ص-۵۱

❁❁❁